© rasailojaraid.com



قسط ۷

از جناب مدرار اللہ صاحب مدرار

# پرویز منکرِ حدیث ہے یا منکرِ قرآن؟

## ایک تنقیدی جائزہ

**اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی** ۵۰۔ اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۲/۱۳۱) جب ابراہیمؑ کے پروردگار نے اسے حکم دیا تھا کہ جھک جاؤ۔ تو وہ پکار اٹھا کہ اس خدا کے قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں جو تمام بنی نوع انسان کی نشوونما کا کفیل ہے۔ (معارف القرآن ص ۱۶۰)

جب کہ آیت کریمہ کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

"اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیمؑ سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ حکم بردار ہو جاؤ تو وہ بولے۔ کہ میں حکم بردار ہوں سارے جہانوں کے پروردگار کا"

آیت میں لفظ اَسْلِمْ اور اَسْلَمْتُ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ باب افعال سے ہے۔ اور اس کا مصدر اسلام ہے۔ امام راغب اصفہانی نے اس کی دو نوعیں بتائی ہیں۔ نوعِ انسانی کے متعلق فرمایا

"وھو ان یکون مع الاعتراف اعتقاداً بالقلب ووفاءً بالفعل والاستلام للّٰہ فی جمیع ماقضٰی وقدّر" (مفردات ص ۲۱۰)

"اسلام اعتراف کے ساتھ اعتقادِ قلبی، ایفائے عملی اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کے سامنے گردن نہادہ ہونا ہے"

اس اعتراف سے معلوم ہوا کہ اسلام صرف قانونِ خداوندی کے سامنے سر جھکانا نہیں بلکہ ایفائے عملی کا نام ہے۔ اور تمام احکام الٰہی پر پورا پورا عمل کرنا ہے۔ اور اسی معنٰی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لفظ اَسْلَمْتُ کہا تھا۔ کہ میں پروردگار عالم کے حکم کو جان و دل سے تسلیم کرتا ہوں اور زندگی بھر اس پر پورا پورا عمل بھی کروں گا۔

لیکن پرویز اسلام کے ایک پہلو کو تو لیتا ہے یعنی قوانین خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ لیکن وہ ایفائے عملی یعنی اس پر پورا پورا عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ اور عملی اسلام سے گریز کر رہا ہے اور یہاں یہ بھی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نہ بھولئے کہ قوانینِ خداوندی سے اس کی مراد قوانینِ طبیعی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"خدا کی طرف سے مقرر کردہ قوانینِ فطرت کائنات کے پتے پتے پر تحریر اور ذرے ذرے پر منقوش ہیں۔ ہے جس کا جی چاہے انہیں پڑھ لے۔ اسی کو علم الطبیعات اور سائنس کہا جاتا ہے" (کتاب التقدیر ص ۴۲)

اس حقیقت کے پیشِ نظر پرویز کا یہ ظلمِ عظیم اور شدید گستاخی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معاذ اللہ رب العالمین کے سامنے نہیں بلکہ قوانینِ طبیعی کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے تھے۔

سبحانک ھٰذا بہتان عظیم

آخرت کے معنی آخر الامر | ۵۱۔ وَھُوَ فِی الاٰخِرَۃِ مِنَ الخٰسِرِینَ۔ اور آخر الامر اس کی جگہ ان لوگوں میں ہوگی جو تباہ و نامراد ہوں گے (معارف القرآن ص ۱۴۰)

پوری آیت یہ ہے:۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

(آل عمران ۸۵)

"اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا"

آیت میں اسلام سے مراد وہ دین اسلام ہے جس کی کتاب قرآن ہے اور جس کے لانے والے اور سکھانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس دین کے علاوہ اور جتنے بھی دین و مذہب ہیں سب باطل ہیں اس آیت میں بڑی وضاحت اور تاکید کے ساتھ بتا دیا کہ جو فرد اور قوم اسلام کے علاوہ کسی اور دین کے درپے ہیں وہ سب آخرت کے دن خائب و خاسر اور تباہ کاروں میں سے ہوں گے۔

لیکن پرویز یوم آخرت سے آخر الامر مراد لیتا ہے جب کہ آخر الامر ایک عمومی لفظ ہے جو یوم آخرت کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرویز کو یوم آخرت یعنی قیامت کے دن پر ایمان اور یقین نہیں ہے اس لئے اس نے آیت کے مفہومِ خاص کو مفہومِ عام میں بدل دیا۔ اس ضمن میں پرویز کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو جس سے ہمارے اخذ کردہ نتیجے کی مزید تائید ہو رہی ہے۔

یوم آخر کا مفہوم | ۵۳۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ (۲۹/۳۶) ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا چنانچہ اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبودیت (محکومیت و اطاعت) اختیار کرو۔ اور مستقبل کی زندگی اور قانونِ مکافات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یوم الآخرت یعنی قانونِ مکافاتِ عمل پر ایمان درحقیقت تمام اصلاح وارتقاء کی اصل ہے (معارف القرآن صفحہ ۲۸)

اس آیت میں "یوم الآخر" کا یہ مفہوم بتایا کہ مستقبل کی زندگی اور قانون مکافاتِ عمل کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ جب کہ ماضی، حال اور مستقبل دنیوی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور عالم آخرت کی زندگی ابدی ہو گی۔ اور آخرت کے زمین و آسمان کو بھی دوام حاصل ہوگا۔ اور جو چیز ابدی ہو۔ اس کو زمانے کے تغیرات سے سابقہ نہیں پڑتا۔ اس لئے اگر "یوم الآخر" سے مستقبل کی زندگی مراد لی گئی تو اس سے زمانۂ استقبال میں دنیوی زندگی ہی مراد ہوگی۔ کیونکہ دنیوی مستقبل کی زندگی انسان کی آخری زندگی نہیں ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ آیت میں " وَارْجُوا الیومَ الآخر " کا لفظ آیا ہے۔ یعنی شعیب علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ

"تم قیامت کے دن کی توقع رکھو"

یعنی تم قیامت کے ہونے کا یقین کرکے اس دن کے لئے تیاریاں کرلو۔

اس لئے یوم سے زندگی اور آخر سے مستقبل مراد لینا نہ لغت عربی کے موافق ہے اور نہ آیت کا مدلول ہے۔ پھر پرویز نے صاف کہا ہے کہ یوم آخرت کے یہ معنی ہیں کہ قانونِ مکافاتِ عمل پر ایمان رکھا جائے۔ حالاں کہ قانون مکافات عمل پر تمام قومیں یقین رکھتی ہیں۔ لیکن آخرت کے دن پر نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ پرویز کو یوم آخرت پر ان معنوں میں ایمان نہیں ہے جو اہلِ اسلام کو ہے۔ اور جو قرآن کا مدلول ہے۔ اس کے علاوہ مستقبل کی زندگی کو بجز اہلِ ایمان اور اہل اسلام کے تمام دہری اور مادہ پرست لوگوں کا انکار ہے۔ جن میں پرویز بھی شامل ہے۔

**عذاب یوم عظیم کے معنی** | ۵۲۔ قُل اِنّی اَخَافُ اِن عَصَیتُ رَبّی عذابَ یومٍ عظیم" (۶/۱۵) اگر میں اپنے رب کے قوانین کی خلاف ورزی کروں تو میں بھی اس کے الم انگیز نتائج و عواقب سے ڈرتا ہوں۔ (معراج انسانیت ص ۷۱۹)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

" آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں "

اس آیت کے بعد متصل یہ آیت ہے۔

مَن یُصرَف عنہ یومئذٍ فَقَد رَحِمَہٗ ط وَ ذالِکَ الفَوزُ المُبِین ط

یعنی جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا۔ اور یہ صریح کامیابی ہے "

پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ لوگوں کو بتا دیجئے کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اور یہ بڑا دن آخرت اور قیامت ہی کا دن ہے۔ اور فرمایا کہ قیامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے روز جس پر سے عذاب ہٹ گیا اس پر بڑی رحمت فرمائی اور یہ بہت بڑی کامیابی رہی۔

ان آیتوں میں قیامت کے دن کی تخصیص ایسی واضح صورت میں کی گئی ہے کہ کسی ملحد ہی کو اس سے انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن پرویز اس بڑے عذاب کے دن سے قوانین کی خلاف ورزی کے الم انگیز نتائج مراد لیتا ہے اور قرآن نے یوم آخرت کے متعلق جو واضح تصور دیا ہے اس کو لوگوں کے قلب و دماغ سے مٹانے کے درپے ہے۔

**جنّت سے انکار**

۴۳۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ (۴۱/۳۱) بہت بڑا وعدہ ہے۔ جو کچھ تم چاہو گے وہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ان تصریحات کے مطابق جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ مؤمن چاہے گا وہی جو مستقل اقدار خداوندی و مشیت ایزدی کے مطابق ہوگا۔ اس لئے وہ کسی غلط بات کو چاہے گا ہی نہیں۔ اور وہ مانگے گا وہی جس کے دینے کا خدا نے مومنین سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی ہر قسم کی خوشگواریاں، سرفرازیاں، رزق کریم تسلط و قوت و اقتدار یعنی قرآنی معاشرہ کی تمام برکات (کتاب التقدیر ص ۳۰۲)

اب پوری آیت پیش کی جاتی ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (حٰم سجدہ ۱۴)

"یعنی جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب جنت میں موجود ہے بخشنے والے اور مہربان خدا کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے"

ان آیتوں میں جنتیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ جنت میں اہل جنت کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں اور یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا۔ آیت میں لفظ "فِيهَا" دو بار ذکر کیا گیا ہے۔ اور فیہا دو حرفوں سے مرکب ہے۔ فی اور ھا سے۔ فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اور ھا ضمیر واحد مونث غائب ہے جو جنت کی طرف راجع ہے۔ اس آیت سے ماقبل جو آیت ہے اس میں جنّت کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا۔ "وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ" اس جنت کی بشارت سن لو۔

لیکن پرویز ان صریح آیات قرآنی سے جنت مراد نہیں لیتا جو آخرت میں خدا کے نیک بندوں کو ملے گی بلکہ اس سے دنیوی زندگی کی سرفرازیاں اور کامیابیاں مراد لیتا ہے۔ اور تسلّط و قوت اور اقتدار کو جنت قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس طرح قرآنی معاشرہ کی دوسری تمام برکات سے متمتع ہونا ہی جنت ہے۔ ظاہر ہے کہ تسلّط و اقتدار کا تعلق زندگی سے ہے کیونکہ جنت میں کسی جنتی کا دوسرے جنتی پر تسلط و اقتدار کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ جنّتی زندگی کے منافی ہے اور قرآنی معاشرہ برپا کرنے کا تعلق بھی دنیوی زندگی ہی سے ہے۔ جنت سے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ پرویز کو قرآن کی بیان کردہ جنت سے انکار ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور اس پر اس کا ایمان نہیں۔

جنت کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ موجود ہے

۵۴۔ وَسَارِعُوا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (۳/۱۳۳)

اور اسی طرح اپنے نشوونما دینے والے کے سایۂ عاطفت میں جلدی سے پہنچ جاؤ۔ اور ربوبیت خداوندی کی اس جنت کو حاصل کرو جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے (مفہوم القرآن ص ۱۵۴)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

" اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

اس آیت میں جنت کے اثبات اور اس کی بے انتہا وسعت و فراخی کا بیان ہے اور کہا گیا ہے کہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو تقویٰ یعنی عمل و کردار کے لحاظ سے بلند مقام پر فائز ہوں۔ لیکن پرویز قرآن کی اس بیان کی ہوئی حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اسے ربوبیت خداوندی کی اس جنت کو قرار دیتا ہے جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ موجود ہے۔ اس ضمن میں یہ یاد رہے کہ پرویز آسمانوں کے وجود سے بھی منکر ہے جس کی تفصیل ہمارے مضمون کی ابتداء میں گذر چکی ہے۔ یہاں بھی مذکورہ آیت میں اس نے سماوات سے کائنات مراد لی ہے۔ تو وہ جنت اور آسمانوں دونوں کے وجود کا منکر ہے۔ اور قرآنی آیات کی تکذیب پر مُصر ہے۔

جنت سے مراد حکومت کی سرداریاں ہیں

۵۵۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (۲۲/۲۳)

ان کے برعکس دوسرا گروہ مؤمنین کا ہے یہ لوگ اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بنا پر ایسے معاشرہ میں رہیں گے جن کی شادابیوں پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔ اور انہیں حکومت کی سرداریاں ہونگی۔ جن کے سونے کے کنگن، موتیوں کے ہار اور حریر و اطلس کے ملبوسات ہوں گے (مفہوم القرآن ص ۷۵۷)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

" اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور سچے موتی بھی اور وہاں ان کا لباس خالص ریشم کا ہو گا۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس آیت میں بہشت کے باغوں اور ان کی نعمتوں اور ریشمی لباس کا ذکر کیا گیا ہے جس کی تشریح میں تفسیر ابن کثیر نے حدیث صحیح نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا :-

" ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا "

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں " جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا لباس یہی ہے "

قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی جنت سے آخرت کی جنت ہی مراد ہے جس سے پرویز کو انکار ہے اس کے نزدیک جنت سے دنیوی زندگی میں ملنے والی حکومت اور اس کی سرداریاں اور شادابیاں مراد ہیں۔ جنت کا انکار قرآن کے صریح نصوص کا انکار ہے جس کا پرویز مرتکب ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کے گلزار ہونے سے انکار

۵۶ - قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ( ۲۱/۶۹ ) چنانچہ آخر الامر ہوا یہ کہ وہ اس کے خلاف اپنی تدبیر کا ارادہ کر رہے تھے لیکن ہم نے ایسا کیا کہ وہ اپنے ارادے میں ناکام ہو کر رہ گئے۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام کو وہاں سے بچا کر لے گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ابھی اس کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کو پکڑ کر زندہ جلا دیا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ وہاں سے محفوظ طور پر نکل گئے (معارف القرآن ص ۱۳۸)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے ۔

" ہم نے فرما دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا "

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ سورہ انبیاء میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے نمرودیوں کے بتوں کو توڑ ڈالا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال کر زندہ جلا دیا جائے اس پر سب نے اتفاق کر کے لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں۔

تفسیر ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ ایک بہت بڑا گہرا گڑھا کھودا۔ لکڑیوں سے اسے بھر دیا۔ اور اس میں آگ لگائی۔ روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی۔ اور ایک منجنیق کے ذریعے انہیں اس آگ میں ڈال دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیمؑ پر بردو سلام ہو جا۔ چنانچہ آگ ٹھنڈی پڑ گئی جس کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

لیکن پرویز کہتا ہے کہ ان کو آگ میں نہیں ڈالا گیا اور وہاں سے محفوظ طور پر نکل گئے۔ یہ قرآنی آیت کی صریح تکذیب ہے جس کا پرویز مرتکب ہے۔

خدا پر ایمان کے معنی

۵۷ - غور کرو تسلیم : ایسے خدا پر ایمان یعنی ایسے قانون کی محکمیت پر یقین انسان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے دل میں کتنی بڑی خود اعتمادی پیدا کر دیتا ہے (سلیم کے نام ج ۲ ص ۲۲)

پرویز کے نزدیک خدا پر ایمان ضروری نہیں ہے اور وہ ایمان باللہ کی یہ تعبیر کرتا ہے کہ قانون کی محکمیت پر ایمان رکھا جائے کیونکہ اسی سے انسان کے دل میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور یہ صریح کفر و الحاد ہے جس کی طرف وہ سلیم اور اپنے ہم مشربوں کو دعوت دے رہا ہے ؎

کعبہ کی ہوس ہے کبھی کوئے بتاں کی ہے
مجھ کو خبر نہیں اس کی مٹی کہاں کی ہے

ایمان باللہ کے متعلق پرویز کا ایک اور اندراج ملاحظہ ہو۔

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (۶۴/۱۱) ۸ ۵ ۔جو شخص قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتا ہے۔ اس کے قلب کو ایسی رہنمائی مل جاتی ہے جس سے وہ علت و معلول کی کڑیوں پر غور کر کے اس کا اندازہ کر لیتا ہے کہ ہوا کا رخ کدھر کو ہے۔ مستقبل قریب میں کیا کچھ ہونے کا امکان ہے اور اس کے تدارک کی کیا صورت ہے (کتاب التقدیر ص ۱۲۴)

یہ سورہ تغابن کی آیت کا ایک حصہ ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ ۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهُ ط

اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

" مصیبت بغیر خدا کی اجازت کے نہیں پہنچ سکتی اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے "

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان باللہ یعنی خدا پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ مومن یہ یقین رکھے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کی قدرو مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور اس کو جو کوئی تکلیف پہنچے تو یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی اور صبر و برداشت کرے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ثابت قدم رہے۔ ثواب اور بھلائی کی امید رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے۔ اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے۔ یقین صادق کی جھلک وہ دل میں دیکھتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بہتر دنیا میں عطا فرما دیتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور اسے مصائب ڈھیلا نہیں کر سکتے۔

یہ تھا آیت مذکورہ کا صحیح مفہوم جو ہم نے بیان کیا۔ لیکن اس کے برعکس پرویز کے نزدیک ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ قوانین خداوندی یعنی قوانین طبیعی کی صداقت پر ایمان رکھا جائے۔ اور علت و معلول


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یعنی اسباب طبیعی کی کڑیوں پر غور کر کے اس کا اندازہ لگا لیا جائے۔ کہ ہوا کا رخ کدھر کو ہے اور مستقبل قریب میں کیا کچھ ہونے والا ہے اور اس کے تدارک کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اسباب و علل اور طبیعیات پر ہی اس کا ایمان ہے۔ اور اس کی نظر مسبب الاسباب یعنی ذات باری تعالیٰ پر نہیں ہے اور وہ ایمان باللہ کی نعمت سے محروم ہے۔

**الا ان یشآء اللہ کے معنی** ۵۹۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (۲۴/۱۸)

تم یہ مت کہو کہ کل یقینی طور پر ایسا کروں گا۔ جو تم نے کرنا ہے اس کے لئے قانونِ خداوندی کے مطابق جملہ اسباب مہیا ہو گئے۔ تو پھر یقیناً ایسا ہو گا (کتاب التقدیر ص ۲۱۱)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

"اور ہر گز ہر گز کسی کام کی نسبت یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لینا"

آیت کا مطلب واضح ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول کریم کو ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ جس کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہا کرو کہ "کل کروں گا" بلکہ اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ کل کیا ہو گا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے اس کی مدد طلب کیا کرو۔ عہد رسالت سے لے کر اب تک اہل اسلام کا اس پر ان معنوں میں عمل چلا آرہا ہے۔ کئی بار مشاہدے میں یہ امر آیا ہے کہ ایک شخص نے آج پختہ ارادہ کیا کہ میں کل یہ کام کروں گا۔ لیکن کل تک وہ نہ پہنچا اور رات ہی کو اس کی روح قبض ہو گئی۔ یا اور کوئی حادثہ پیش آیا اور اس کا وہ کام نہ ہو سکا۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہنا پڑا۔

"عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ"

میں نے اپنے رب کو اس سے پہچانا کہ مجھے اپنے پختہ عزائم کو فسخ کرنا پڑا"

لیکن اس کے برعکس پرویز کہتا ہے کہ

"تم نے کل جو کام کرنا ہے اس کے لئے اسباب مہیا کرنے جاؤ اور یہ کہو کہ اگر اس کے قانونِ طبیعی کے مطابق جملہ اسباب مہیا ہو گئے تو پھر یقیناً ایسا ہو گا۔ یہ کٹر مادہ پرستوں اور طبیعیات پر ایمان رکھنے والوں کا عقیدہ ہے جسے پرویز نے اپنایا ہے۔ لیکن اہل اسلام اس کے مشرکانہ اور ملحدانہ عقیدے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

**کفر بآیات اللہ کا مفہوم** ۶۰۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖٓ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ (۲۹/۲۳) جو لوگ قوانین خداوندی اور مکافاتِ عمل سے انکار کرتے ہیں وہ خدا کی رحمت سے

 © rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ناامید ہوتے ہیں (کتاب التقدیر ص ۳۸۹)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے۔

"جو لوگ اللہ کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کرتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں"

اس آیت کا آخری جملہ یہ ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرنے والے اور اس کی ملاقات کو اور روز آخرت کو نہ ماننے والے خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب مقرر ہے لیکن پرویز کہتا ہے کہ قوانین خداوندی یعنی قوانین طبیعی اور مکافات عمل سے جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ خدا کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔ اس تاویل باطلہ سے ثابت ہوا کہ پرویز کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے انکار ہے۔ کیونکہ آیت میں لفظ لقاء آیا ہے جس کے معنی ملاقات ہی کے ہیں۔ اور یہ لقاء سے مکافات عمل مراد لیتا ہے۔ اور پھر لقاء خداوندی سے انکار قیامت کے انکار کو بھی مستلزم ہے۔ کیونکہ یہ ملاقات قیامت ہی کے دن ہوگی۔ اور اس کو دونوں سے انکار ہے جو موجب کفر ہے

بقیہ از صفحہ ۲۷

سہے بہر ایماں مصائب ہزاروں — سراپا وفا ہیں صحابہؓ صحابہؓ
جان وتن ومن سے ہیں فدایان مصطفےٰ — نازش تقیٰ ہیں صحابہؓ صحابہؓ
تبوک وحنین میں بدر میں احد میں — جگر آزما ہیں صحابہؓ صحابہؓ
یہ سب آسمان نبوت کے تارے — نجوم ہدیٰ ہیں صحابہؓ صحابہؓ
بہر سربلندئ دین حق یہ کوشاں — صباح ومسا ہیں صحابہؓ صحابہؓ
ان کا یہ رتبہ تو دیکھ انبیاء کے بعد یہ — خیار الوریٰ ہیں صحابہؓ صحابہؓ

خاکیؔ عاجز کو ہے جنکی غلامی پہ ناز
وہ حق آشنا ہیں صحابہؓ صحابہؓ

مضامین صاف خوشخط اور سیاہی سے کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com